ڈاکٹر ریحانہ کوثر*

خاتون اکرم کی افسانہ نگاری۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ

Abstract: *Urdu Short Story like other genres of Urdu was firstly introduced by men Women also contributed alongwith man in the development and progress of Urdu Short Story. The name of Khatoon-e-Akrma is also included in those women whom we see in the introductory phase of short story writers. Khatoon-e-Akram is one of those women writers who are noticeable amongst other Urdu Short Story Writers. Khatoon-e-akram was wife of Allama Razziq-ul-Khairi and daughter-in-Law of Rashid-ul-Khairi. She started writing when even the names of women were kept in secret. Khatoon-e-Akram's writing were published in all noteable magazines of its era. This article presents critical and research oriented view of Khatoon-e-Akram writings and proves that she wrote about all aspects of her society with us dexterity.*

اُردو ادب کی دیگر اصناف کی طرح اردو افسانے کے آغاز کا سہرا بھی مردوں کے سر ہے۔ جس کا آغاز علامہ راشد الخیری نے ماہنامہ ''مخزن'' لاہور میں دسمبر ۱۹۰۳ء میں ''نصیر اور خدیجہ'' کے عنوان سے لکھ کر کیا[۱]۔ ان کے بعد جن قلم کاروں نے اس صنف کو آگے بڑھایا ان میں سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش، منشی پریم چند اور نیاز فتح پوری[۲]۔ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی اردو افسانے کی ترویج اور توسیع میں خاصہ حصہ لیا ہے۔ جن میں عباسی بیگم، صغریٰ ہمایوں، نذر سجاد حیدر، آصف جہاں، انجمن آراء اور امت الوحی کے ساتھ ایک اہم نام خاتون اکرم کا بھی ہے[۳]۔ جن کے بارے میں صادق الخیری نے لکھا تھا کہ تاریخ ادب میں ان کا نام نمایاں طور پر شریک کیا جائے[۴]۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نمایاں طور پر تو کہیں ذکر نہیں آتا ادبی مورخوں کا یہ رویہ صرف خاتون اکرم کے ساتھ نہیں بلکہ تمام اہل قلم خواتین کے ساتھ یہی رہا ہے اگر کہیں کیا بھی ہے تو سرسری سا۔

خاتون اکرم مصور غم علامہ راشد الخیری (۱۸۶۸ء۔۱۹۳۶ء) کے بڑے صاحبزادے رازق الخیری (۱۹۰۰ء۔۱۹۷۹ء) کی پہلی بیوی تھیں۔ ان کا نکاح ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کو ہوا اور رخصتی ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء کو ہوئی[۵]۔ اور ۱۴۔۱۵ نومبر ۱۹۲۴ء کی درمیانی شب قریب ایک سال نو ماہ ازدواجی زندگی بسر کر کے اللہ کو پیاری ہو گئیں[۶]۔ اُن کی شادی کی مبارکباد دیتے ہوئے سجاد حیدر یلدرم نے علامہ راشد*اسسٹنٹ

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

الخیری کو لکھا تھا کہ:

"آپ نے ہندوستان کا ہیرا منتخب کیا ہے"۔ ۷

اور عزیز لکھنوی نے ان کے وصال کے بعد انھیں اور ان کے افسانوں کو یاد کرتے ہوئے لکھا کہ:

باغ اُردو میں ہے تازہ رات دن تیری بہار
تو نہیں ہے لیکن افسانے ہیں تیرے یادگار ۸

خاتون ۱۷ نومبر ۱۹۰۰ء میں جھانسی کے شاعر اور انشا پرداز ڈاکٹر عبدالغفور مطیر کے گھر پیدا ہوئیں ۹ اور ۱۴۔۱۵ نومبر ۱۹۲۴ء کو صرف ۲۴ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ خاتون اکرم نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز مارچ ۱۹۱۷ء میں اپنا پہلا مضمون "بہوت پریت کوئی شے نہیں" لکھ کر کیا جو ۱۷ اپریل ۱۹۱۷ء کو "تہذیب نسواں" میں شائع ہوا۔ ۱۰ خاتون اکرم کی ذات میں مضمون نگاری، افسانہ نگاری اور انشاء پردازی کی بنیاد سات سال کی عمر میں پڑی تھی جب انھوں نے اپنی بہن کو اس کے سسرال میں خط لکھا تھا وہ خط تو دستیاب نہیں لیکن اس کا جواب جوان کی بہن نے اپنی سات سالہ بہن کو لکھا تھا اس سے ان کی صلاحیتوں کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ جسے رازق الخیری نے اپنے ایک مضمون میں شائع کیا ہے ملاحظہ ہو:

"تمھارا خط آیا جسے دیکھ کر ہم لوگوں کو جس قدر خوشی ہوئی بیان سے باہر ہے۔ تمھارا پیارا خط دیکھ کر تمھارے دولھا بھائی کہتے ہیں کہ میں سچ مچ خاتون کا گرویدہ ہو گیا۔ تمھارے اس خط نے میرے تمام سسرال والوں کو خوش کر دیا۔ خدا تمھاری علم و عمر میں برکت دے (آمین) میری اور تمھارے دولھا بھائی کی طرف سے یہ پانچ روپے انعام کیے جاتے ہیں تم مجھے اس سے اچھے اور شستہ الفاظ میں خط لکھو گی تو تم مجھ سے جو کچھ انعام مانگو گی دینے کے لیے تیار ہوں"۔ ۱۱

اس کے بعد کی کہانی رازق الخیری نے یوں بیان کی ہے کہ:

"سات سال ننھا سا دل جس وقت یہ خط ملتا ہے باغ باغ ہو جاتا ہے پانچ روپے انعام میں ملنے پر گویا دنیا کی دولت ہاتھ آ جاتی ہے۔ ہمت بندھنے اور حوصلہ بڑھنے کی دیر تھی روز بروز قلم کا شوق زیادہ ہونے لگا اور ابھی نو سال کی بھی عمر نہ تھی کہ پڑھنے لکھنے کے لطف پر بھوک پیاس تک قربان ہونے لگے۔ عش عش کرتے تھے قرآن و دینیات، اردو، حساب کے

مولوی صاحب والا جی آٹھ نو سال کی بچی کے اس غضب کے دماغ اور ستم کے حافظہ پر کہ جو بتا دیا دوبارہ بتانے کی کبھی ضرورت نہ ہوئی اور جو سبق ایک دفعہ دے دیا وہ دل پر ایسا نقش ہوا کہ جب سنا صحیح نکلا اور جب پوچھا بالکل درست بتایا۔ ماں کتنی باغ باغ اور نہال نہال ہوتی ہوں گی یہ محسوس کر کے کہ دس گیارہ سال کی لڑکی سینے پرونے کھانے پکانے غرض خانہ داری کے ہر شعبہ میں برابر کی شریک ہے؟ اور کس قدر خوش ہوا ہو گا باپ کا دل یہ معلوم ہو کر کہ بارہ سالہ بیٹی اس قدر پڑھ لکھ چکی کہ اردو مڈل کے امتحان میں شریک ہونے کی خواہش کر رہی ہے"۔۱۲؎

خاتون اکرم نے ایک ایسے وقت میں لکھنا شروع کیا جب خواتین کا نام غیر مردوں کی زبان پر آنا معیوب سمجھا جاتا تھا لہٰذا دیگر اہل قلم خواتین کی طرح خاتون اکرم نے بھی کبھی ہمشیرہ احسن الغفور اور کبھی مس مطہر کے ناموں سے رسائل میں لکھنا شروع کیا بعد میں وہ اپنے اصلی نام سے لکھنے لگیں۔ خاتون اکرم کے مختصر افسانے اور مضامین "تہذیب نسواں" لاہور، "شباب اردو" دہلی، "استانی"، دہلی اور "عصمت" دہلی وغیرہ جیسے اہم رسائل میں شائع ہوتے تھے۔ یہ ان کی کامیابی کی دلیل ہے کہ اُس وقت کے قریب قریب تمام مشاہیر اور مستند ادباء شعراء مثلاً راشد الخیری، مولانا محمد علی، اکبر الہ آبادی، تلوک چند محروم، عزیز لکھنوی، منشی پریم چند، مولوی عبد الحق وغیرہ نے ان کی قابلیت اور انشاء پردازی پر داد دی تھی۔۱۳؎

خاتون اکرم کی ادبیت سے کے بارے میں آغا قزلباش فرماتے ہیں:

غم کی تصویروں کے ہیں جو کردگار
دفعتاً اُن کی بہو کی ایک کتاب
عورتیں بھی اس طرح لکھ سکتی ہیں؟

جن کے لفظوں سے ہیں دل سینے فگار
سامنے آئی میرے پروردگار!
تیری قدرت کا نہیں کوئی شمار!۱۴؎

راشد الخیری اپنی بہو کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ کسی متمول باپ کی لڑکی نہ تھی اور شکل وصورت کے اعتبار سے بھی اوسط درجہ کی تھی۔ مجھے جس چیز نے مائل کیا وہ اس کے مضامین اور خیالات کی شستگی، معاملہ فہمی اور عاقبت اندیشی تھی اور حق یہ ہے کہ اگر خاتون لاکھ روپیہ کا جہیز لے کر اور کوہ قاف کی پری بن کر آتی تو میری نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوتی وہ ایسی بیش بہا دولت سے مالا مال تھی جس نے پہلے ہی پھیرے میں ساری سسرال کے دل فتح کر لیے۔ اس میں شک نہیں رازق دلہن کی موت نے میری بہت سے خواہشوں کا خاتمہ کر دیا۔ مگر وہ اپنی قابلیت اور فرمانبرداری کے ایسے سدا بہار پھول میرے دل پر کھلا گئی کہ جب تک زندہ ہوں اس کو فراموش نہیں کر سکتا۔ مرنے والی خاتون دلی والوں کو دکھا اور کنبہ والوں کو بتا گئی کہ بیوی کیا ہوتی ہے اور بہو کس کو کہتے ہیں۔ وہ میرے گھر میں صرف دو سال کی مہمان آئی تھی، رہی چلی گئی۔ مگر اس کا قیام بہوؤں کے لیے سبق اور بیٹیوں کے لیے نمونہ ہے۔ جس بات کو یاد کرتا ہوں وہی خون کے آنسو رلواتی ہے"۔۱۵

منشی پریم چند، خاتون اکرم کے افسانوی مجموعے "گلستان خاتون" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مرحومہ کے قریباً سب افسانے اصلاحی جذبات سے متاثر ہو کر لکھے گئے ہیں۔ ایسے قصوں میں اگر مصنف قاری کے ان جذبات کو ہیجان میں لانے میں کامیاب ہو جائے جو اس کے خیال میں موضوع قصہ کی اصلاح کے لیے درکار ہیں تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ اگر افسانے میں جانب داری یا تعصب کی جھلک آ گئی تو یہ مصنف کی ناکامی کی دلیل ہے۔ گلستان خاتون کے افسانے ناظر کے دل میں مصنفہ کے مقصد سے ہمدردی پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ سب قصے بیان کی روانی اور زبان کی لطافت اور مذاق کی شستگی وغیرہ کی خوبیوں سے آراستہ ہیں اور مصنفہ کے قومی درد، جذبہ اصلاح اور عالی نفسی کے آئینے"۔۱۶

خاتون اکرم اردو کی پہلی افسانہ نگار خاتون ہیں جن کے افسانے "گلستان خاتون" کے نام سے کتابی صورت میں چھپ کر شائع ہوئے۔۱۷ "گلستان خاتون" کی پہلی اشاعت ۱۹۳۱ء میں اور تیسری ۱۹۴۰ء میں عصمت بک ڈپو دہلی سے ہوئی۔ خاتون اکرم نے اپنی زندگی کا پہلا افسانہ ۱۹۱۷ء میں " جدت پرست " اور آخری افسانہ، " دوسری شادی " اکتوبر ۱۹۲۴ء میں لکھا اور یہ دونوں افسانے ماہنامہ " عصمت " میں شائع ہوئے۔ یہ دو افسانے " گلستان خاتون " میں بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ افسانے "شہید ظلم " ، "سچ کی فتح"، " انوکھی

توبہ "، " بالائی آمدنی " ، " آرزوؤں پر قربانی "، " تربیت اولاد " ، "طرز زندگی " ، " انقلاب زمانہ " اور " مرغ کی کہانی " اس مجموعے کا حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ دو طویل مختصر افسانے "پیکر وفا" جو پہلے ۱۹۲۱ء میں اخبار "تہذیب النسواں "میں شائع ہوا۔ پھر کتابی صورت میں پہلی بار ۱۹۲۸ء میں اور چھٹی مرتبہ ۱۹۵۶ء میں عصمت بک ڈپو، کراچی سے شائع ہوا۔ دوسرا افسانہ "بچھڑی بیٹی" بھی ۱۹۲۱ء کی تخلیق ہے۔ جو پہلے جریدہ کی زینت بنا اس کے بعد عصمت بک ایجنسی دہلی نے ۱۹۲۸ء میں شائع کیا۔ خاتون اکرم نے ادبی مضامین بھی لکھے جو مختلف رسائل میں شائع ہوتے تھے۔ جنھیں ۱۹۲۷ء میں یک جا کر کے "جمال ہمنیشن" کے نام سے عصمت بک ایجنسی دہلی نے شائع کیا "ان کے مضامین متانت اور سنجیدگی کی جان ہیں۔ ان کے اند اتحریر میں سوز و گداز کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ فلسفہ زندگی کو اس خوبی سے حل کیا ہے کہ بے اختیار داد دینی پڑتی ہے"۔۱۸۔

خاتون اکرم کے تقریباً تمام افسانے نسوانی طبقہ کی اخلاقی درستگی ،اس کے حقوق کی حفاظت، اولاد کی تربیت اور سماجی و ازدواجی زندگی کی اصلاحی سوچ کی عکاسی کرتے ہیں اور ساتھ ہی سماج میں رائج بری رسموں کی خرابیوں اور مشرقی تہذیب پر مغربی معاشرت کے اثرات کے آئینہ دار ہیں۔

خاتون اکرم کے افسانوی مجموعے "گلستان خاتون" کا پہلا افسانہ " شہید ظلم" زبردستی کی شادی کا عبرت ناک منظر پیش کرتا ہے۔ یہ افسانہ ازدواجی زندگی میں عورت ذات کی بے بسی و مظلومیت کو بہت عمدگی سے نمایاں کرتا ہے اور عورت کو اس اذیت اور بے کسی سے نجات دلانے کے لیے اسلامی شریعت میں اسے حاصل خلع کے حق کو سماج میں رواج دینے کی ضرورت کو سامنے لاتا ہے:

> "میرے معزز اور باا‌ثر ہمدرد نسواں بزرگ بھائیو! خدا کے لیے بے کس و بے بس عورتوں پر ترس کھاؤ۔ ان کی حالت زار پر رحم کرو اور خلع کے لیے کوشش کرو۔ اس کو رواج دو، ایک غریب و مظلوم عورت اپنے ناقابل برداشت مصائب و ناقابل بیان تکالیف سے نجات پا کر آپ کے اس احسان عظیم کا صدق دل سے اعتراف کرے گی"۔۱۹۔

ازدواجی زندگی اگر مسائل کا شکار رہے اور لاکھ کوششوں کے باوجود بھی رشتے میں کوئی بہتری نظر نہ آئے تو اسلام نے عورت کو خلق کا حق دیا ہے عورت کے اس شرعی حق کو معاشرتی طور پر بھی مان لینا چاہیے۔ تا کہ وہ اس اذیت سے نجات حاصل کر کے ایک پرسکون زندگی بسر کر سکے۔

اس مجموعے کا دوسرا افسانہ " سچ کی فتح" میں بھی عورت کی شوہر پرستی اور وفا شعاری کے تناظر میں اس کے حقوق کی بات کی گئی ہے۔ کہانی میں اشفاق احمد ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہونے کے باوجود عورتوں کے متعلق زمانہ جاہلیت کے ذلیل و حقارت آمیز جذبات

رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک عورت بے وفائی کا دوسرا نام ہے لہٰذا اس سے وفا کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے پھر اس کی بیوی بڑی خوبی کے ساتھ عورت کی وفاداری ثابت کرتی ہے جس کے نتیجے میں اشفاق احمد کو اپنے خیالات بدلنے پڑتے ہیں کہ عورت بے وفائی کا دوسرا نام نہیں بلکہ عورت وفاداری اور جان نثاری کا دوسرا نام ہے۔

"انوکھی توبہ" رابندر ناتھ ٹیگور کے افسانے کا ترجمہ ہے جو بابو اناتھ بند اور بندھ باستی کی ازدواجی زندگی سے جڑا ہے۔ افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ بندھ باستی کس طرح اپنے سست، کاہل، اور بد اخلاق شوہر کے رویے سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرتی۔ یہاں تک کہ اس کا شوہر ایک بار اپنے سسرال میں چوری کرتا ہے اس کا الزام بھی اپنے سر لیتے ہوئے اسے بچا لیتی ہے۔

"بالائی آمدنی" ایک سبق آموز افسانہ ہے جس میں خاتون خانہ مغرب کی اندھی تقلید میں مبتلا ہو کر اپنے سب انسپکٹر شوہر کو مجبور کرتی ہے کہ وہ بالائی آمدنی حاصل کرے۔ پہلے تو وہ اپنی تربیت کی بنا پر بچنے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب بیوی کی فضول خرچیوں کی وجہ سے خرچ کی تنگی ہوئی تو اس نے رشوت میں ایک مرتبہ کچھ رقم وصول کی پھر یہ معمول بن گیا لیکن ایک مقدمے میں رشوت لینے پر پکڑے گئے تو بیوی پر مشکل دور کا آغاز ہوا۔ ایک رات اس نے خواب میں اپنی ماں کو دیکھا جو اسے مغرب کی اندھی تقلید پر ڈانتی ہیں:
"انگریزی طرز پر رہنے کا مزا دیکھا کیا، کمبخت رشوت کا سارا الزام تیرے سر ہے۔ احمد کو ایسے برے کاموں کی صلاح دینے والا کون تھا؟ اس پر اُبھارنے والا کون تھا؟ تو ہی! ہاں تو ہی تھی۔ اس کی مواخذہ دار بھی تو ہے۔ اس کی پرسش تجھی سے ہوگی"۔ ۲۰
احمد کی ملازمت نور جہاں کی فضول خرچیوں اور مغرب پرستی کی نذر ہوئی اور پھر وہی بیوی جو پہلے بالائی آمدن کے لیے بے چین تھی اپنے شوہر ہی کو تلقین کرتی ہے کہ "رشوت کو ہاتھ نہ لگانا"۔ ۲۱

"آرزوؤں پر قربانی" یہ افسانہ ان عورتوں کی نفسیات پر مبنی ہے جن میں ضد اور انا پرستی کا مادہ اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی نصیحت کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتی ہیں۔ ایسے لوگ جب معاشرتی رشتوں سے ہم آہنگ ہوتے ہیں تو زندگی مزید پیچیدہ مسائل کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس افسانے میں ایک ایسی ضدی لڑکی جب ماں بنتی ہے تو نند بھاوج کے سمجھانے کے باوجود اپنی نو عمر بچی کو اس لیے روزہ رکھوا دیتی ہے کہ گھر میں روزہ کشائی کے سلسلے میں تقریب منعقد ہوگی۔ بڑے پیمانے پر مہمان بلائے جاتے ہیں۔ تقریب کا اہتمام ہوتا ہے اور ماں بچی سے بے خبر ہو جاتی ہے جب افطار کے قریب ناعاقبت اندیش ماں کو اپنی بچی کا خیال آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بچی پیاس کے مارے صراحی پر منہ رکھے جان کی بازی ہار چکی ہے۔ ماں کی آرزوؤں کو پورا کرتے کرتے معصوم کلی مرجھا گئی۔

خاتون اکرم کا یہ کمال ہے کہ انھوں نے اپنے افسانوں میں معاشرے کی ان پہلوؤں کی عکاسی کی جن پر اُس وقت کام کی ضرورت تھی اور بلاشبہ آج بھی ان موضوعات کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے افسانہ "تربیت اولاد" کے آغاز میں بچے کی بد تہذیبی اور عدم تربیت کی وجہ سے لڑائی جھگڑے کا نقشہ کھینچتے ہوئے یہ واضح کر دیا کہ بچے کی ضد، شرارت اور نافرمانی کا سبب یہ نہیں کہ وہ طبعیتاً ایسا ہے بلکہ اس کا

اصل باعث یہ ہے کہ ماں جاہل ہے جو تربیت نہ کر سکے۔ افسانے میں والدین کے لیے اولاد کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے:

> "تعلیم تو ان کی ہر طرح ہو سکتی ہے معلم کے ذریعے، اسکول کے ذریعے، کالج کے ذریعے لیکن تربیت ماں سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا۔ بچے کی تربیت بہت چھوٹی عمر سے شروع ہو جانا چاہیے"۔۲۲

اچھی پرورش کے لیے تعلیم و تربیت دونوں ضروری ہیں اور یہ وہ مسلسل عمل ہے جو مہد سے لحد تک جاری رہتا ہے کیونکہ ماں کی گود اولین تربیت گاہ ہے جہاں سے بچے کو اطاعت والدین کا سبق پڑھایا جاتا ہے جو چھوٹی عمر میں ہی بچے میں فرمانبرداری اور دوسروں کے ساتھ رواداری کا اُسے عادی بناتا ہے کہ یہ ہی آنے والے کل کی بہتر تعلیم اور والدین کے بڑھاپے کا اصل تحفظ ہے۔ 'طرز زندگی" خاتون اکرم کا یہ افسانہ دو اہم معاشرتی امور پر روشنی ڈال رہا ہے۔ اول یہ کہ ازدواجی زندگی میں اختلاف تمدن و اختلاف خیالات کبھی خوش گواری پیدا نہیں کر سکتے۔ اس افسانہ میں فرشتہ صفت دوسری بیوی اپنی جاہل و دقیانوسی خیالات سے بھری ہوئی پہلی سوکن کو حسن تدبیر و خوبی سے یہ سمجھاتی ہے کہ اگر تم شوہر کی محبت چاہتی ہو تو اس کی فرماں بردار بنو اور اس کے مزاج کے مطابق اپنی زندگی کو بدلو۔

"انقلاب زمانہ" معاشرے کے ایسے موضوع پر لکھا ہوا افسانہ ہے جو آج بھی معاشرے کی تلخ حقیقت ہے اور یہ موضوع ہر دور میں تلخ حقیقت ہی رہا ہے وہ تلخ حقیقت سوتیلے پن کا زہر ہے۔ افسانے میں ماں بستر مرگ پر اپنے شوہر سے اپنی بیٹی حسنہ کے لیے اپنی دانست میں عہد لیتی ہے کہ آپ دوسری شادی نہیں کریں گے اور بچی کی پرورش احسن طریقے سے کریں گے لیکن اس کے مرنے کے چھ ماہ بعد ہی شوہر دوسری شادی کر تا ہے بچی کا کچا ذہن اصل ماں کو بھول جاتا ہے مگر سوتیلی ماں کا رویہ اسے چین نہیں لینے دیتا۔ جسمانی اذیت، ذہنی تکلیفیں اور طنز و تمسخر کے تیز تیروں کی بارش بچی کو لہولہان کر دیتی ہے۔ نہ اُس کے پاس معقول کپڑے نہ چھوٹی بہن جیسی سہولتیں۔ اس پر مزید ظلم یہ کہ باپ بھی بیٹی کی طرف سے لاتعلق۔ انھی حالات میں بچی جوانی کی حدوں تک پہنچ جاتی ہے مگر سوتیلے پن کا ناگ اسے چین نہیں لینے دیتا لیکن وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا۔ کسی نہ کسی طرح حسنہ کی شادی ہو جاتی ہے باپ کے مرنے کے بعد حسنہ کی سوتیلی ماں کے حالات میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی سوتیلی بیٹی جس پر اُس نے طرح طرح کے ظلم ڈھائے تھے آج وقت نے اسے ایک ملازمہ کی حیثیت سے حسنہ کے سامنے لا کھڑا کیا۔ حسنہ بڑے احترام اور عزت کے ساتھ ان سے پیش آتی ہے۔ یہ افسانہ سبق ہے ان سوتیلی ماؤں کے لیے جو سوتیلے بچوں سے ظالمانہ سلوک کرتی ہیں۔ "جدت پرست" میں خاتون اکرم نے ان خواتین کی حقیقی تصویر کشی کی ہے جو اپنے حسن و بناؤ سنگھار پر اس قدر نازاں مغرور اور مر مٹی ہوئی ہوتی ہیں کہ کس فرض کی ادائیگی کو محسوس ہی نہیں کرتیں۔

"مرغ کی کہانی" مرغ کی کہانی ایک علامتی افسانہ ہے جس میں مرغ کی زندگی کے اسرار و موز کو بڑی عمدگی سے انسانی زندگی سے جوڑتے ہوئے میاں بیوی کے تعلقات پر فلسفیانہ بحث کرتے ہوئے آزادی اور غلامی کا فرق واضح کیا گیا ہے۔اس مجموعے کا آخری افسانہ "دوسری شادی مذاق" ہے جو پر لطف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سبق آموز افسانہ ہے یہ افسانہ بھی اپنی نوعیت میں خوب ہے کہانی میں بیوی جو وقت بے وقت مذاق کرنے کی عادی ہے ایک دن وہ اپنے شوہر کو مذاقاً دوسری شادی کا مشورہ دے دیتی ہے۔ شوہر اس مذاق کو سنجیدگی سے لے لیتا ہے اور دوسری شادی کر لیتا ہے۔ تحصیلدار صاحب کی دوسری بیگم کے آنے سے ظاہر ہے کہ پہلی بیوی زرینہ کو اپنا مذاق مہنگا پڑااور اس پر واضح ہو گیا کہ وقت اور بے وقت بنا سوچے سمجھے کچھ بھی نہیں بول دینا چاہیے کیونکہ منہ سے نکلے الفاظ اور کماں سے نکلا تیر واپس نہیں آتے۔

خاتون اکرم کا طویل مختصر افسانہ "پیکر وفا" ان کے دیگر افسانوں کی طرح عورت کی مظلومیت، بے بسی، شوہر پرستی اور وفاداری کے موضوع پر مبنی ہے۔ سعیدہ جو اس افسانے میں پڑھی لکھی سلیقہ مند، وفا شعار اور ایک صاحب ثروت گھرانے کی اکلوتی بیٹی ہے، ظفر نامی نکھٹو نوجوان سے بیاہی جاتی ہے جس کا ذریعہ معاش کچھ نہیں سوائے ماہانہ چالیس روپے کے۔ یہ چالیس روپے بھی اسے وراثت میں ملے گاؤں سے حاصل ہوتے ہیں۔ جسے وہ سعیدہ کو بتائے بغیر فروخت کر دیتا ہے اور سعیدہ کو اس کے حق سے محروم رکھتے ہوئے اس سے فاصلے بڑھانے لگتا ہے لیکن سعیدہ ہر وقت اس سے بات کرنے کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے اس پر ظفر کی بے رُخی کا یہ عالم کہ ساس سسر کے انتقال پر بھی نہیں جاتا۔ ایک دن ظفر سعیدہ کے سامنے ولایت جا کر ڈاکٹری پڑھنے کا شوق ظاہر کرتا ہے اور پیسے مانگتا ہے تو سعیدہ جدائی اور پردیس کی تکالیف سے بچانے کے لیے پیسے دینے سے انکار کر دیتی ہے تو وہ سعیدہ کے زیور اُٹھا کر یہ رقعہ چھوڑ جاتا ہے:

> "میں تمہارا زیور لے کر ولایت جاتا ہوں امید ہے تم معاف کرو گی۔ واپسی میں اس سے دو چند زیور تم کو بنوا دوں گا۔ تم ناامید نہ ہو اور اطمینان رکھو"۔۲۳

ولایت جا کر اس نے کبھی بیوی کی خبر نہ لی اگر کبھی خط لکھا تو صرف پیسوں کی فرمائش کی اِدھر وفا شعار بیوی پیسے بھیجتی رہی۔ لیکن ظفر اسے وفاداری کا یہ صلہ دیتا ہے کہ سرجن بن کر ولایت میں ایک میم سے شادی کر لیتا ہے وطن لوٹا تو اسے ساتھ لے آیا اور اس کی پسند کے مطابق اونچے علاقے میں رہائش اختیار کی مگر سعیدہ کے لیے یہ صدمہ سہنا آسان نہ تھا اور وہ بستر سے لگ گئی۔ زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ سعیدہ نے اپنے ظالم شوہر کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش کی اس کی سہیلی نے ہر چند کوشش کی مگر ظفر نہ آیا۔ البتہ باپ کے ملازم اور سہیلی اس بیماری میں کام آئے اور برابر تیمارداری کرتے رہے جس سے سعیدہ صحت یاب ہو جاتی ہے۔ اُدھر ظفر بیمار ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کلینک جانا بند کر دیتا ہے ان حالات میں میم صاحبہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے پیسہ کی تنگی کو بنیاد بنا کر مہاجن سے ظفر کے نام پر قرض لینا شروع کر دیتی ہے پھر ایک دن پیسے لے کر ولایت چلی جاتی ہے مہاجن نالش کراتا ہے اس وقت پھر سعیدہ ہی ظفر کے کام آتی ہے

اور بے وفا شوہر کے لیے روپوں کا بندوبست کرتی ہے تاکہ اس کی عزت قائم رہے۔ منشی پریم چند نے اس افسانے کو ایک چھوٹا ناول قرار دیا ہے۔۲۴؎

"بچھڑی بیٹی" ایک سبق آموز، دلچسپ اور نتیجہ خیز افسانہ ہے۔ جس میں عقیلہ نامی ایسی ماں کی کہانی بیان کی گئی ہے جو اپنے شوہر رفیق اور اکلوتی بیٹی شکیلہ کے ہمراہ اپنے میکے شادی میں شرکت کے لیے جاتی ہے۔ سفر ریل کا ہوتا ہے اور گاڑی جیسے ہی اسٹیشن پر رُکتی ہے تو:

> "رفیق نے ابھی اسباب بھی نہ اُتروایا تھا کہ چھوٹنے کی سیٹی ہو گئی۔ عقیلہ، شکیلہ دونوں ریل ہی میں تھیں۔ رفیق نے عقیلہ کا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے نیچے اتار لیا۔ ریل چھوٹ گئی اور شکیلہ اسی میں رہ گئی عقیلہ پلیٹ فارم پر اور شکیلہ ریل میں دونوں چیخنے لگیں"۔۲۵؎

بیٹی کی جدائی میں ماں جس کیفیت سے گزرتی ہے اسے خاتون اکرم نے جس دردانگیز پیرائے میں قلم بند کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے:

> "اپنا گھر اب اسے کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر جگہ اور ہر مقام پر اس کو شکیلہ یاد آتی اور اس کی آنکھیں خونِ جگر سے لبریز ہو جاتیں۔ اس کی چیزیں دیکھتی اور کہتی "ہائے کتابیں ہیں اور پڑھنے والی نہیں، آہ کپڑے ہیں پہننے والی نہیں، گڑیاں رکھی ہیں اور کھیلنے والی نہیں"۔۔۔ آفتاب نکلا اور غروب ہوا، ماہتاب، آفتاب بن کر طلوع ہوا اور بدر بن کر ڈوب گیا، جاڑے سے گرمی اور بہار سے خزاں آئی مگر شکیلہ نہ ملنی تھی نہ ملی"۔ ۲۶؎

ایک کامیاب افسانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا پلاٹ دلچسپ ہو۔ خاتون اکرم کے افسانے اس اعتبار سے بلند درجہ رکھتے ہیں جسے انھوں نے اس انداز سے تحریر کیا ہے کہ جیسے جیسے قاری اسے پڑھتا ہے اس کی دلچسپی بڑھتی چلی جاتی ہے اور وہ نتیجہ معلوم کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہے اور کہانی ختم کر کے چھوڑتا ہے ان کے افسانوں کے پلاٹ کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ وہ صرف ایک واقعہ یا ایک ہی نقطہ نظر یا ایک ہی نفسیاتی پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں جو شروع سے آخر تک اُسی روشنی میں روشن رہتا ہیں۔ اچھے افسانے میں پلاٹ کے ساتھ اچھی کردار نگاری کو بھی بڑا دخل ہے۔ اور اس میں وہی افسانہ نگار کامیاب ہو سکتا ہے جو وسیع مطالعہ کے ساتھ پیش کیے گئے کرداروں کی نفسیات سے بھی اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔ یہ باتیں ہمیں خاتون اکرم کے افسانوی کرداروں میں دکھائی دیتی ہیں وہ اپنے کرداروں کی کردار سازی اتنی گہرائی سے کرتی ہیں کہ قاری افرادِ قصہ سے ایک تعلق سا قائم کر لیتا ہے جس کے تحت اس کے ہر جذبے اور احساس کو محسوس کرتا ہے جس کی عمدہ مثالیں "شہید ظلم" کی معصومہ "سچ کی فتح" کی محمدن، "پیکر وفا" کی حمیدہ، "جدت پرست" کی حسنہ،

''آرزوؤں پر قربانی'' کی ماں اور دیگر افسانوں کے کرداروں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ افسانہ ''بچھڑی بیٹی'' میں ایک ساس جسے پوتی کے کھو جانے کا غم کم اور اس بات کا دکھ زیادہ ہے کہ بہو کو دوسری اولاد نہیں ہو سکتی۔ اس بارے میں لکھتی ہیں:

> ''بڑی بی کی گھبراہٹ قابل دید ہے۔ یوں تو وہ پہلے بھی کہا کرتی تھیں مگر جب سے شکیلہ کھو گئی تب سے وہ اور بھی بے قرار ہیں۔ دن رات اسی پیچ و تاب میں گزرتا۔ یہ نہیں کہ انھوں نے کچھ تدبیر نہ کی ہو۔ تعویذ انھوں نے پہنائے، دوائیں انھوں نے کھلائیں۔ فقیروں کے آگے ہاتھ جوڑے، اولیاؤں سے لڑکے انھوں نے مانگے۔۔۔ مگر حاصل کچھ نہ ہوا۔ اُن کو سوائے اس ذکر کے اور کوئی بات تھی ہی نہیں۔ بیٹے سے بہو سے، آئے گئے سے، یہی دکھڑا رویا کرتیں''۔۲۷۔

خاتون اکرم نے اپنے کرداروں سے جو مکالمے ادا کرائے ہیں وہ بالکل حقیقی، بناوٹ سے پاک اور فطری معلوم ہوتے ہیں: ''شوہر کی محبت اور ماں باپ کی الفت برابر نہیں ہو سکتی''۔۲۸۔ بیٹے کی پسند کے خلاف شادی ہوتی ہے تو بیٹا بیوی اور گھر والوں کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ ساس بے حد برہم ہے ایک دن ایک کنجڑن پھرتی پھراتی چلی آتی ہے:

> ''۔۔۔ بیوی ترکاریاں لو گی'' ساس نے کہا'' لے آ'' ساس نے ترکاریاں لیں۔ نند کے بچوں نے شہتوت لیے، کنجڑن بولی'' بیوی! ایک پان کھلواؤ۔ تمبا کو کھائے دیر ہوئی جمائیاں آرہی ہیں'' ساس نے معصومہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ '' ایک پان اس کو دے دو'' معصومہ پان لینے اُٹھی کنجڑن سب کا پوچھنے لگی کہ '' یہ کون ہیں؟ وہ کون ہیں آپ کی؟'' ساس نے بتایا کہ یہ'' یہ میری بیٹی ہے وہ جو پان لینے گئی ہیں۔۔۔ بہو ہیں۔۔۔ کنجڑن بولی''بہو تو آپ نے بہت اچھی پائی ہے خدا سلامت رکھے'' ساس فوراً تڑخ کر بولیں۔'' اے ایسی خوب صورتی کو لے کر کیا چاٹنا ہے؟ جس کی بدولت میرے بچے نے گھر چھوڑ دیا ہے اس کی صورت دیکھنے کو ترستی ہوں اس سے بہتر ہوتا کہ بہو کالی اور بدصورت ہوتی مگر میرا بچہ میرے پاس رہتا''۔۲۹۔

خاتون اکرم کے افسانوں میں منظر نگاری اس عمدہ پیرائے میں کی گئی ہے کہ سارا ماحول آنکھوں کے سامنے ایک جیتی جاگتی تصویر بن کر آ جاتا ہے اور چھوٹی چھوٹی جزئیات سے انھوں نے افسانوں کو مزید مکمل اور دلکش بنا دیا ہے۔ الفاظ کی نشست، تحریر کی روانی و سادگی، مختصر جملے، شیریں استعارے اور شاعرانہ تشبیہات کی بدولت پڑھنے والے کے دل پر نقش ہو جاتے ہیں۔ ان افسانوں کی امتیازی

خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے کردار پیش کرتے ہوئے اپنے ذاتی تاثرات کو افسانہ میں داخل نہیں کرتیں بلکہ کردار کی سیرت کی مخصوص جھلک دکھا کر اس کی سیرت پر قاری کو خیال انگیزی کے لیے مجبور کر دیتی ہیں۔۳۰۔

خاتونِ اکرم ایک غیر معمولی عزم و ہمت والی خاتون تھیں۔ انھوں نے معاشرتی و سماجی زندگی کے تقریباً ہر پہلو کو بڑے جاندار انداز میں اپنے افسانوں میں سمویا ہے۔ قدرت کی طرف سے خاتونِ اکرم کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا گیا تھا، وہ ایک قادرالکلام مصنفہ اور کشادہ نظر ادیبہ تھیں۔ انہوں نے مختصر عرصہ حیات میں تعلیم و اصلاح و فلاح نسواں، اصلاح معاشرت، تعدادِ ازدواج، مرضی کے خلاف شادی، سوتیلی ماں کے ظلم، باطل اعتقادات، نفسی و باطنی الجھنوں، مغربی تہذیب کی اندھادھند تقلید اور اس کے خطرناک نتائج، خواتین کی غفلت پسندی، اس کا انجام، رومان کی چاشنی اور محبت کی تڑپ جیسے موضوعات پر طبع آزمائی کر کے تصنیف و تالیف کے ایوان میں اپنی صلاحیت اور لیاقت کے چراغ روشن کیے۔ خاتونِ اکرم نے سادہ اور پر اثر زبان میں عمدہ کہانیاں لکھ کر ثابت کیا ہے کہ وہ ایک باصلاحیت فن کارہ تھیں۔ انھوں نے خواتین کی سبق آموزی کے لیے ایسے ایسے نکتے بیان کیے ہیں کہ ان کی فکر رسا کی داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ خاتونِ اکرم نے بہت مختصر زندگی پائی۔ اگر وقت نے انہیں مہلت دی ہوتی تو یقیناً ان کا شمار اپنے وقت کے عظیم افسانہ نگاروں میں ہوتا اور زرخیز دل و دماغ کی حامل یہ خاتون، خاتونِ اکرم اردو ادب میں وقیع خدمات انجام دیتیں۔

حوالہ جات:

۱۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، اردو کا پہلا افسانہ نگار راشد الخیری، کراچی: علامہ راشد الخیری اکیڈمی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۷

۲۔ ایضاً، ص ۱۴۔۱۵

۳۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، نسوانی آوازیں، لاہور: سارنگ پبلی کیشنز، س،ن، ص ۵۰۔۵۳

۴۔ صادق الخیری، خاتون اکرم، دہلی: مشمولہ ماہنامہ ساقی، نومبر ۱۹۳۸ء، ص ۴

۵۔ رازق الخیری، وداع خاتون، دہلی: عصمت بک ایجنسی، تیسری مرتبہ اگست ۱۹۳۲ء، ص ۲۰

۶۔ رازق الخیری، ماہنامہ عصمت (سوانح عمری علامہ راشد الخیری)، کراچی: جولائی اگست ۱۹۴۶ء، ص ۱۹۱

۷۔ ایضاً، ص ۱۹۰

۸۔ عزیز لکھنوی، خاتون اکرم (نظم) خاتون اکرم، جمال ہمنشین، دہلی: دفتر عصمت، بک ایجنسی بار سوم جون ۱۹۲۹ء، ص ۸

۹۔ رازق الخیری، ماہنامہ عصمت (سوانح عمری علامہ راشد الخیری)، کراچی: جولائی اگست ۱۹۶۴ء، ص ۱۸۷۔۱۸۸

۱۰۔ رازق الخیری، محترمہ خاتون اکرم صاحبہ، دہلی: مشمولہ ماہنامہ ''عصمت''، نومبر دسمبر ۱۹۲۴ء، ص ۱۸

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۶۔۱۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۷

۱۳۔ صادق الخیری، خاتون اکرم، مشمولہ ''ساقی''،نومبر ۱۹۳۸ء، ص۵
۱۴۔ ایضاً، ص۶
۱۵۔ علامہ راشد الخیری، مہمان دلہن، مشمولہ ماہنامہ ''عصمت'' دہلی: نومبر دسمبر ۱۹۲۴ء، ص۱۳
۱۶۔ منشی پریم چند، گلستان خاتون کے متعلق آراء، خاتون اکرم، گلستان خاتون، عصمت بک ایجنسی، بار سوم اگست ۱۹۴۰ء، ص115
۱۷۔ صغریٰ مہدی، پروفیسر، اُردو ادب میں دہلی کی خواتین کا حصہ، دہلی: اُردو اکادمی، ۲۰۰۶ء، ص۱۶۱
۱۸۔ خاتون اکرم، پیکر وفا، کراچی: عصمت بک ڈپو، چھٹی مرتبہ ۱۹۵۶ء، ص۳
۱۹۔ خاتون اکرم، جمال ہم نشیں، دہلی: عصمت بک ایجنسی، ۱۹۲۹ء، ص۸۷
۲۰۔ خاتون اکرم، گلستان خاتون، دہلی: عصمت بک ایجنسی، بار دوم، ۱۹۳۱ء، ص۲۶
۲۱۔ ایضاً، ص۴۹
۲۲۔ ایضاً، ص۵۲
۲۳۔ ایضاً، ص۶۴۲۴۔ خاتون اکرم، پیکر وفا، کراچی: عصمت بک ڈپو، چھٹی مرتبہ ۱۹۵۶ء، ص۱۸، ۱۹
۲۵۔ خاتون اکرم، گلستان خاتون، دہلی: عصمت بک ایجنسی، بار سوم اگست ۱۹۴۰ء، ص۱۲۸
۲۶۔ خاتون اکرم، بچھڑی بیٹی، دہلی: عصمت بک ایجنسی، س ن، ص۷
۲۷۔ ایضاً، ص۹، ۱۰
۲۸۔ خاتون اکرم، گلستان خاتون، دہلی: عصمت بک ایجنسی، بار دوم، ۱۹۳۱ء، ص۷۵
۲۹۔ ایضاً، ص۱۹
۳۰۔ مسعود رضا خاکی، ڈاکٹر، اردو افسانے کا ارتقاء، لاہور: مکتبہ خیال، ۱۹۸۷ء، ص 12
☆☆☆☆☆